

معصوم دوم (حضرت علی علیہ السلام)

<"xml encoding="UTF-8?">

نام و نسب

حضرت علی (ع) : شیعوں کے پہلے امام
اسم گرامی : علی (ع)
لقب : امیر المومنین
کنیت : ابو الحسن
والد کا نام : عمران (ابو طالب)
والدہ کا نام : فاطمہ بنت اسد
تاریخ ولادت : ۱۳ / رجب ۳۰ ۷ عام الفیل
جائے ولادت : مکہ معظمہ خدا کے گھر میں (خانہ کعبہ کے اندر)
مدّت امامت : ۳۰ / سال
عمر مبارک : ترسٹھ (۶۳) سال
تاریخ شہادت : ۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ھ مسجد کوفہ میں
شہادت کا سبب : عبد الرحمن بن ملجم کی زہر آلودہ ضربت کا اثر
روضہ اقدس : عراق (نجف اشرف)
اولاد کی تعداد : ۱۸ بیٹے ، ۱۸ بیٹیاں

بیٹوں کے نام :

(۱) امام حسن مجتبیٰ (ع) (۲) امام حسین (ع) (۳) محمد حنفیہ (۴) عباس اکبر (۵) عبد اللہ اکبر (۶) جعفر اکبر
(۷) عثمان (۸) محمد اصغر (۹) عبد اللہ اصغر (۱۰) عبد اللہ مکنی بابی علی (۱۱) عون (۱۲) یحییٰ (۱۳) محمد
اوسط (۱۴) عثمان اصغر (۱۵) عباس اصغر (۱۶) جعفر اصغر (۱۷) عمر اکبر (۱۸) عمر اصغر۔
بیٹیوں کے نام : (۱) زینب کبریٰ (۲) زینب صغریٰ بہ نام ام کلثوم (۳) رملہ کبریٰ (۴) ام الحسن (۵) نفیسہ (۶)
رقیہ صغریٰ (۷) رملہ صغریٰ (۸) رقیہ کبریٰ (۹) میمونہ (۱۰) زینب صغریٰ (۱۱) امّ ہانی (۱۲) فاطمہ صغریٰ (۱۳)
امامہ (۱۴) خدیجہ صغریٰ (۱۵) امّ کلثوم (۱۶) امّ سلمہ (۱۷) حمامہ (۱۸) ام کرام ۔

بیویاں : ۱۲

انگوٹھی کے نگینے کا نقش: الملک لله الواحد القہّار

ولادت

پیغمبر خدا کی عمر تیس برس کی تھی کہ خانہ کعبہ جیسے مقدس مقام پر 13 رجب 30 عام الفیل میں علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی . آپ کے والد ابو طالب علیہ السلام اور ماں فاطمہ بنتِ اسد علیہا السلام کو جو خوشی ہونی چاہیے تھی وہ تو ہوئی ہی مگر سب سے زیادہ رسول اللہ اس بچے کو دیکھ کر خوش ہوئے . شاید بچے کے خد وخال سے اسی وقت یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ آئندہ چل کر رسول کاقوتِ بازو اور دستِ راست ثابت ہوگا .

تربیت

حضرت علی علیہ السلام کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفیٰ (ص) کے ذریعے ہوئی۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے اپنا پورا وقت اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا۔ ذاتی جوہر اور پھر رسول جیسے بلند مربیٰ کافیز تربیت، چنانچہ علی دس ہی برس کے سن میں ایسے تھے کہ پیغمبر کے دعوائے رسالت کرنے پر ان کے سب سے پہلے پیرو بلکہ ان کے دعوے کے گواہ قرار پائے .

بعثت

حضرت علی علیہ السلام کا سن دس برس کا تھا جب حضرت محمد مصطفیٰ (ص) عملی طور پر پیغام الہی کے پہنچانے پر مامور ہوئے، اسی کو بعثت کہتے ہیں . زمانہ , ماحول, شہر , اپنی قوم اور خاندان سب کے خلاف ایک ایسی مهم شروع کی جارہی تھی جس میں رسول کاساتھ دینے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا بس ایک علی تھے کہ جب پیغمبر نے رسالت کا دعویٰ کیا تو آپ نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی اور ایمان کا اقرار کیا . دوسری ذات جناب خدیجہ کبریٰ علیہا السلام کی تھی جنہوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام کے اس شرف کو حاصل کیا .

دور مصائب

پیغمبر کادعوائے رسالت کرنا تھا کہ ہر ہر ذرہ رسول کادشمن نظر آنے لگا . وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانتداری کادم بھرتے تھے آج آپ کو (معاذ اللہ) دیوانہ , جادو گر اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے , راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے , پتھر مارے جاتے اور سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا . اس سخت وقت میں رسول کا ہر مصیبت میں شریک صرف ایک بچہ تھا , وہی علی جس نے بھائی کاساتھ دینے میں کبھی ہمت نہیں ہاری , برابر محبت و وفاداری کادم بھرتے رہے , ہر ہر بات میں رسول کے سینہ سپر رہے , یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے کر لیا کہ پیغمبر کا اور ان کے تمام گھرانے والوں کا بائیکاٹ کیا جائے , حالات اتنے خراب تھے کہ جانوں کے لالے پڑ گئے تھے . ابو طالب علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ سمیت اپنے تمام ساتھیوں کو ایک پہاڑ کے دامن میں قلعہ میں محفوظ کر دیا , تین برس تک یہ قید و بند کی زندگی بسر کرنا پڑی . اس میں ہر شب یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن شب خون نہ مار دے . اس لئے ابو طالب علیہ السلام نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر رسول کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے بلکہ جعفر (ع)

کو رسول کے بستر پر اور رسول کو عقیل (ع) کے بستر پر اور پھر رسول کو جعفر (ع) کے بستر پر لٹا دیتے تھے اور پھر رسول کو علی علیہ السلام کے بستر پر۔ مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن رسول کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا کوئی بھی بیٹا قتل ہو جائے مگر رسول کا بال بیکانہ ہو۔ اس طرح علی بچپن ہی سے فدا کاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی طور پر دھراتے رہے۔

ہجرت

اس کے بعد وہ وقت آیا کہ ابو طالب علیہ السلام کی وفات ہو گئی جس سے اس جاں نثار چچا کی وفات سے پیغمبر کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا جس پر دشمنوں نے ارادہ کیا کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبر کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کر ڈالیں، حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے جاں نثار بھائی علی کو بلا کر اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان کی حفاظت یوں ہو سکتی ہے کہ تم آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میں مخفی طور پر مکہ سے روانہ ہو جاؤں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل دھل جاتا، مگر علی نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ رسول کی جان کی حفاظت ہوگی خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسول کا فدیہ قرار دیا جا رہا ہے، یہی ہوا کہ رسالت مآب شب کے وقت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی علیہ السلام رسول کے بستر پر سو گئے، چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں گھس کر رسالت مآب کو شہید کر ڈالیں۔ علی علیہ السلام اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور ذرا بھی اپنی جان کا خیال نہ کیا دشمنوں کو صبح کے وقت معلوم ہوا کہ محمد تو رات ہی چلے گئے تھے۔ انہوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ آپ بتلا دیں کہ رسول کہاں گئے ہیں؟ مگر علی علیہ السلام نے بڑے بہادرانہ تیوروں سے یہ بتلانے سے قطعی انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت رسول اللہ مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے گئے۔ علی علیہ السلام تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن جن کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان تک ان کی امانتیں پہنچا کر خواتین بیت رسالت کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کئی روز تک آپ رات دن پیدل چلے اس طرح کہ پیروں سے خون بہ رہا تھا اور اسی حالت میں مدینہ میں رسول کے پاس پہنچے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام پر رسول کو سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ جس وفاداری، ہمت اور دلیری سے علی علیہ السلام نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

شادی

رسول نے مدینے میں آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا علیہا السلام کا عقد علی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ رسول اپنی بیٹی کو انتہائی عزیز رکھتے تھے اور اتنی عزت کرتے تھے کہ جب فاطمہ زہرا علیہا السلام آتی تھیں تو رسول تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہر شخص اس بات کا طلب گار تھا کہ رسول کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف اسے حاصل ہو۔ دو ایک نے ہمت بھی کی کہ وہ رسول کو پیغام دیں مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا اور یہ کہا کہ فاطمہ کی شادی بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتی۔ ہجرت کا پہلا سال تھا جب رسول نے علی علیہ السلام کو اس عزت کے لئے منتخب کیا۔ یہ

شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی . شہنشاہ دین و دنیا حضرت پیغمبر خدا کی بیٹی اور اس کو پیغمبر کی طرف سے جہیز بھی نہیں دیا گیا . خود فاطمہ کا مہر تھا جو علی علیہ السّلام سے لے کر کچھ سامان خانہ داری فاطمہ کے لیے خرید کر ساتھ کر دیا گیا ، وہ بھی کیا؟ مٹی کے کچھ برتن ، خرمے کی چھال کے تکیے . چمڑے کا بستر اور چرخہ ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک . علی علیہ السّلام نے مہر ادا کرنے کے لئے اپنی زرہ فروخت کی اور فاطمہ زہرا علیہا السّلام کا مہر ادا کیا گیا جو ایک سو سترہ تولے چاندی سے زیادہ نہ تھا اس طرح مسلمانوں کے لئے ہمیشہ کے لیے ایک مثال قائم کردی گئی کہ وہ اپنی تقریبات میں فضول خرچی سے کام نہ لیں

خانہ داری

فاطمہ علیہا السّلام اور علی علیہ السّلام کی زندگی گھریلو زندگی کا ایک بے مثال نمونہ تھی۔ مرد اور عورت آپس میں کس طرح ایک دوسرے کے شریک حیات ثابت ہو سکتے ہیں ، آپس میں کس طرح تقسیم عمل ہونا چاہیے اور کیوں کر دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے لیے مددگار ہو سکتی ہے ، وہ گھر دنیا کی آرائشوں سے دور ، راحت طلبی اور تن آسانی سے بالکل علیحدہ تھا ، محنت اور مشقت کے ساتھ ساتھ دلی اطمینان اور آپس کی محبت و اعتماد کے لحاظ سے ایک جنت بنا ہوا تھا ، جہاں سے علی علیہ السّلام صبح کو مشکیزہ لے کر جاتے تھے اور یہودیوں کے باغ میں پانی دیتے تھے اور جو کچھ مزدوری ملتی تھی اسے لے کر گھر پر آتے تھے . بازار سے جو خرید کر فاطمہ علیہا السّلام کو دیتے تھے اور فاطمہ چکی پیستی ، کھانا پکاتی اور رگھر میں جھاڑو دیتی تھیں ، فرصت کے اوقات میں چرخہ چلاتی تھیں اور خود اپنے اور اپنے گھر والوں کو لباس کے لیے اور کبھی مزدوری کے طور پر سوت کاتتی تھیں اور اس طرح گھر میں رہ کر زندگی کی مہم میں اپنے شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں

جہاد

مدینہ میں آکر پیغمبر کو مخالف گروہ نے آرام سے بیٹھنے نہ دیا . آپ کے وہ پیرو جو مکہ میں تھے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ بعض کو قتل کیا ، بعض کو قید کیا اور بعض کو زد و کوب کیا اور تکلیفیں پہنچائیں . یہی نہیں بلکہ اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسول کے خلاف مدینہ پر چڑھا ئی کردی ، اس موقع پر رسول کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کرتے جنہوں نے آپ کو انتہائی ناگوار حالات میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و امداد کا وعدہ کیا تھا ، آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کریں اور دشمن کو یہ موقع دیں کہ وہ مدینہ کی پر امن آبادی اور عورتوں اور بچوں کو بھی پریشان کر سکے . گو آپ کے ساتھ تعداد بہت کم تھی یعنی صرف تین سو تیرہ آدمی، ہتھیار بھی نہ تھے مگر آپ نے یہ طے کر لیا کہ آپ باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کریں گے چنانچہ اسلام کی پہلی لڑائی ہوئی. جو جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے . اس لڑائی میں رسول نے زیادہ تر اپنے عزیزوں کو خطرے میں ڈالا چنانچہ آپ کے چچا زاد بھائی عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب (ع) اس جنگ میں شہید ہوئے . علی کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا . 25 برس کی عمر تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علی علیہ السّلام کے سر رہا . جتنے مشرکین قتل ہوئے تھے ان میں سے آدھے مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد ، اُحد، خندق، خیبر، اور آخر میں حنین، یہ وہ بڑی لڑائیاں ہیں جن میں علی علیہ السّلام نے رسول کے ساتھ رہ کر اپنی بے نظیر بہادری کے جوہر دکھلائے . تقریباً ان تمام

لڑائیوں میں علی علیہ السّلام کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا . اس کے علاوہ بہت سی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں رسول نے علی علیہ السّلام کو تنہا بھیجا اور انہوں نے اکیلے ان تمام لڑائیوں میں بڑی بہادری اور ثابت قدمی دکھائی اور انتہائی استقلال , تحمّل اور شرافت نفس سے کام لیا، جس کا اقرار خود ان کے دشمن بھی کرتے تھے . خندق کی لڑائی میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمر و بن عبدود کو جب آپ نے مغلوب کر لیا اور اس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر بیٹھے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعاب دھن پھینک دیا . آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے پر سے اتر آئے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر غصے میں اس کو قتل کیا تو یہ عمل محض خدا کی راہ میں نہ ہوگا بلکہ خواہش نفس کے مطابق ہوگا کچھ دیر کے بعد آپ نے اس کو قتل کیا , اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی لاش برہنہ کردیتے تھے مگر حضرت علی علیہ السّلام نے اس کی زہ نہیں اُتاری اگرچہ وہ بہت قیمتی تھی . چنانچہ اس کی بہن جب اپنے بھائی کی لاش پر آئی تو اس نے کہا کہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر آگیا کہ اس کا قاتل علی سا شریف انسان ہے جس نے اپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی , آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھا یا اور کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ نہیں کیا۔

خدمات

نہ فقط جہاد بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے کسی کام کے کرنے میں آپ کو انکار نہ تھا . یہ کام مختلف طرح کے تھے رسول کی طرف سے عہد ناموں کا لکھنا اور خطوط تحریر کرنا آپ کے ذمہ تھا اور لکھے ہوئے اجزائے قرآن کے امانتدار بھی آپ تھے۔ اس کے علاوہ یمن کی جانب تبلیغ اسلام کے لئے پیغمبر نے آپ کو روانہ کیا جس میں آپ کی کامیاب تبلیغ کا اثر یہ تھا کہ سارا یمن مسلمان ہو گیا۔ جب سورہ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ کے لئے بحکم خدا آپ ہی مقرر ہوئے اور آپ نے جا کر مشرکین کو سورہ برأت کی آیتیں سنائیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ رسالت مآب کی ہر خدمت انجام دینے پر تیار رہتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ بھی دیکھا گیا کہ رسول کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں، علی علیہ السّلام اسے اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

اعزاز

حضرت علی علیہ السّلام کے امتیازی صفات اور خدمات کی بنا پر رسول (ص) ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے۔ کبھی یہ کہتے تھے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ کبھی یہ کہا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے . کبھی یہ کہا کہ تم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے .،، کبھی یہ کہا کہ علی کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی .،، کبھی یہ کہا کہ علی مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے .،، کبھی یہ کہا کہ علی، خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں ،، یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی علیہ السّلام کو نفسِ رسول کا خطاب ملا۔ عملی اعزاز یہ تھا کہ مسجد میں سب کے دروازے بند ہوئے تو علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا . جب مہاجرین و انصار میں عقد اخوت پڑھا گیا تو علی علیہ السّلام کو پیغمبر نے اپنا دنیا و آخرت میں بھائی قرار دیا اور سب سے آخر میں غدیر خم کے میدان میں لاکھوں مسلمانوں کے مجمع میں علی

علیہ السّلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ جس طرح تمہارا سرپرست اور حاکم میں ہوں اسی طرح علی تم سب کے سرپرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمام مسلمانوں نے علی علیہ السّلام کو مبارک باد دی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبر نے علی علیہ السّلام کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسول کی وفات

ہجرت کو دس برس پورے ہوئے تھے جب پیغمبر خدا (س) اس بیماری میں مبتلا ہوئے جو مرض الموت ثابت ہوئی، یہ خاندان رسول کے لیے ایک قیامت خیز مصیبت کا وقت تھا۔ علی علیہ السّلام رسول کی بیماری میں برابر آپ کے پاس موجود اور تیمارداری میں مصروف رہتے تھے اور رسول بھی علی علیہ السّلام کا اپنے پاس سے ہٹنا ایک لمحہ کے لیے گوارا نہ کرتے تھے۔ آخری وقت میں آپ نے علی علیہ السّلام کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی علی کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جس وقت رسول کی روح جسم سے جدا ہوئی ہے اس وقت بھی علی علیہ السّلام کا ہاتھ رسول کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

بعدِ رسول

جس نے زندگی بھر پیغمبر کا ساتھ دیا وہ بعد رسول آپ کی لاش کو کس طرح چھوڑتا، چنانچہ رسول کی تجہیز و تکفین اور غسل و کفن کا تمام کام علی علیہ السّلام ہی کے ہاتھوں ہوا اور قبر میں آپ ہی نے رسول کو اتارا، رسول کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اتنی دیر میں پیغمبر کی جانشینی کا انتظام ہو گیا ہے۔ اگر کوئی دوسرا انسان ہوتا تو جنگ آزمائی پر تیار ہو جاتا مگر علی علیہ السّلام کو اسلامی مفادات اتنے عزیز تھے کہ آپ نے اپنے حقوق کے اعلان کے باوجود اپنی طرف سے مسلمانوں میں خانہ جنگی پیدا نہیں ہونے دی، نہ صرف یہ کہ آپ نے معرکہ آرائی نہیں چاہی بلکہ جس وقت ضرورت پڑی، اس وقت اسلامی مفادات کی خاطر آپ نے امداد دینے سے دریغ بھی نہیں کی، مشکل مسائل کے فیصلہ اور ضروری مشورہ لئے جانے پر اپنی مفید رائے کا اظہار کیا اور اس سے کبھی پہلو نہیں بچایا۔ اس کے علاوہ بطور خود خاموشی کے ساتھ اسلام کی روحانی اور علمی خدمت میں مصروف رہے۔ قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق نسخ و منسوخ اور محکم اور متشابہ کی تشریح کے ساتھ مرتب کیا۔ مسلمانوں کے علمی طبقے میں تصنیف و تالیف کا اور علمی تحقیق کا ذوق پیدا کیا اور خود بھی تفسیر، کلام اور فقہ و احکام کے بارے میں ایک مفید علمی ذخیرہ فراہم کیا۔ بہت سے ایسے شاگرد تیار کئے جو مسلمانوں کی آئندہ علمی زندگی کیلئے معمار کا کام انجام دے سکیں، زبان عربی کی حفاظت کیلئے علم نحو کی داغ بیل ڈالی اور فن صرف اور معانی بیان کے اصول کو بھی بیان کیا اس طرح یہ سبق دیا کہ اگر ہوائے زمانہ مخالف بھی ہو اور اقتدار نہ بھی حاصل ہو سکے تو انسان کو گوشہ نشینی اور کسمپرسی میں بھی اپنے فرائض کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔ ذاتی اعزاز اور منصب کی خاطر قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو انسان اپنی ملت، قوم اور مذہب کی خدمت ہر حال میں کرتا رہے۔

کے بعد علی علیہ السلام نے پچیس برس تک خانہ نشینی میں زندگی بسر کی 35ھ میں مسلمانوں نے خلافت اسلامی کا منصب علی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پہلے انکار کیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے اس شرط سے منظو رکھا کہ میں بالکل قرآن اور سنت پیغمبر کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کیا اور آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی۔ مگر زمانہ آپ کی خالص مذہبی سلطنت کو برداشت نہ کر سکا، آپ کے خلاف بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنہیں آپ کی مذہبی حکومت میں اپنے اقتدار کے زائل ہونے کا خطرہ تھا، آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا اور جمل و صفین، اور نہروان کی خوں ریز لڑائیاں ہوئیں جن میں علی بن ابی طالب علیہما السلام نے اسی شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر و احد، خندق و خیبر میں کسی وقت دیکھی جا چکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی۔ ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے آپ کو موقع نہ مل سکا کہ آپ جیسی چاہتے تھے ویسی اصلاح فرمائیں۔ پھر بھی آپ نے اس مختصر مدت میں اسلام کی سادہ زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت و مزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کردئے۔ آپ شہنشاہ اسلام ہونے کے باوجود کجھوروں کی دکان پر بیٹھنا اور اپنے ہاتھ سے کجھوریں بیچنا برا نہیں سمجھتے تھے، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھالتے تھے۔ جو روپیہ بیت المال میں آتا تھا اسے تمام مستحقین پر برابر سے تقسیم کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے یہ چاہا کہ انہیں دوسرے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مل جائے مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو یہ ہو بھی سکتا تھا مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے کسی اپنے عزیز کو دوسروں سے زیادہ دوں، انتہایہ ہے کہ اگر کبھی بیت المال میں شب کے وقت حساب و کتاب میں مصروف ہوئے اور کوئی ملاقات کے لیے آکر غیر متعلق باتیں کرنے لگا تو آپ نے چراغ بھجادیا کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہ ہونا چاہیے۔ آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد از جلد حق داروں تک پہنچ جائے۔ آپ اسلامی خزانے میں مال کا جمع رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

شہادت

افسوس یہ ہے کہ یہ امن، مساوات اور اسلامی تمدن کا علمبردار دنیا طلب لوگوں کی عداوت سے نہ بچا اور 19 ماہ رمضان 40ھ ہجری کو صبح کے وقت خدا کے گھر یعنی مسجد میں عین حالت نماز میں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے زخمی کیا گیا۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لائے اور آپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو آپ کو اس پر بھی رحم آگیا اور اپنے دونوں فرزندوں حسن و حسین کو ہدایت فرمائی کہ یہ تمہارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا جو کچھ خود کھانا وہ اسے بھی کھلانا۔ اگر میں صحتیاب ہو گیا تو مجھے اختیار ہے میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو معاف کردوں گا اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا، کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے اور ہر گز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا، اس لیے کہ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے، دو روز تک علی علیہ السلام بستر بیماری پر انتہائی کرب اور تکلیف کے ساتھ رہے آخر کار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور 21 رمضان کو نماز صبح

كے وقت آپ كى شهادت هوئى .امام حسن وامام حسين عليهما السلام نے تجهيزو تكفين كى اور پشتِ كوفه پر نجف كى سرزمين ميں انسانيت كاتاجدار هميشه كے ليے آرام كى نيند سونے كے لئے دفن هوگيا.